QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com
الأمیر

تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سرکاری مناصب اور ریاستی وسائل کا ذمہ دارانہ استعمال: ایک سیرتی و تحقیقی مطالعہ

Responsible Use of Public Offices and State Resources in the Light of the Prophetic Teachings ﷺ: A Seerah-Based Analytical Study

Dr. Tahira Firdous
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Balochistan Quetta. Email: drtahirairfan@gmail.com

The Holy Prophet Muhammad ﷺ presented a comprehensive and divinely guided model of governance that transformed an unjust and fragmented society into a balanced, ethical, and welfare-oriented state. His teachings laid down universal principles regarding the responsible use of public offices and state resources, emphasizing accountability, justice, transparency, and public welfare. Unlike worldly political systems driven by personal or group interests, the Prophetic model was free from selfish motives and firmly rooted in divine guidance (Wahi). This study aims to explore the concept of responsible governance, administrative integrity, and ethical leadership in the light of the Seerah of the Holy Prophet ﷺ. It highlights how the Prophet ﷺ, as the head of the first Islamic state, personally supervised administrative, judicial, military, and economic affairs while ensuring justice, protection of rights, and moral discipline. The research further examines how Prophetic teachings provide timeless guidance for contemporary Muslim states in preventing corruption, misuse of authority, and injustice, thereby establishing a just and welfare-based society.

Keywords: Prophetic Teachings (Seerah), Responsible Governance, Public Office Accountability, Islamic Political System, Justice and Transparency, Welfare State

DOAJ OPEN GLOBAL TRUSTED
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor Academic Scientific Journals
اشاریہ اردو جرائد
EOI Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

تعارف:

نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس انسانی تاریخ کی وہ بے مثال شخصیت ہے جس کی ہمہ جہت عظمت پر تاریخ عالم گواہ ہے۔ آپ ﷺ نہ صرف ایک عظیم پیغمبر اور روحانی رہنما تھے بلکہ ایک مثالی حکمران، منتظم، قاضی اور مصلح بھی تھے۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ نے عرب کے منتشر، قبائلی اور ظالمانہ معاشرے کو ایک منظم، پرامن اور فلاحی ریاست میں تبدیل کر دیا، جہاں اقتدار کو امانت اور ذمہ

داری سمجھا گیا۔ اسلامی تصورِ حکومت میں سرکاری مناصب کسی اعزاز یا ذاتی مفاد کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک بھاری امانت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی لازم ہے۔

نبی کریم ﷺ کو عام سیاسی حکمرانوں یا مفکرین کے زمرے میں رکھنا درست نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کی رہنمائی وحیِ الٰہی پر مبنی تھی، جیسا کہ قرآن مجید واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ وحی کے مطابق ارشاد فرماتے تھے۔

پہلی اسلامی ریاست کے قیام کے بعد آپ ﷺ نے ریاستی وسائل، بیت المال، عدالتی نظام، عسکری قوت اور عوامی حقوق کے تحفظ میں اعلیٰ ترین اخلاقی اصولوں کو نافذ فرمایا۔ اس مقالے میں سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں سرکاری مناصب اور ریاستی وسائل کے ذمہ دارانہ استعمال کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے، تاکہ عصرِ حاضر کے حکمرانوں اور ریاستی اداروں کے لیے ایک مؤثر اور قابلِ عمل اسلامی ماڈل پیش کیا جا سکے۔

آج پوری تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ شہنشاہ کونین کہ گدا سے سلطان تک اس کے در کے بھکاری ہیں۔ وہ عظیم تاریخی شخصیت کے چار ہزار برس کی معلوم تاریخ (Known Hisotry) میں کسی بھی شخص پر اس سے زیادہ کتابیں نہیں لکھی گئیں۔ وہ عدیم النظیر پر عظمت شخصیت جس کی علمی و فکری، ذہنی اور روحانی تربیت کسی دنیوی دانشگاہ یا کائنات ارضی میں منصب بطور سربراہ مملکت: بسنے والے کسی معلم کی مرہون منت نہیں بلکہ اس وسیع و پیکراں کائنات کے خالق و مالک نے اس کی ہم پہلو تربیت کا خود اہتمام فرمایا۔ کسی ملک کا بادشاہ، صدر اور وزیر اعظم کو سربراہ مملکت کہا جاتا ہے چاہے وہ ملک کے عوام وخواص کی طرف سے منتخب ہوا ہو۔ چاہے اپنے طور پر ملکی نظام کو استحکام اور باشندگان کے مفاد کو حتی الامکان ادا کرنے کے لیے خود بخود تخت سلطنت پر براجمان ہو چکا ہو۔ اس معنی کے اعتبار سے حضور پر نور شفیع یوم النشور کو سربراہ مملکت نہیں کہا جاسکتا کیونکہ نہ تو عامۃ الناس نے آپ کو منتخب کیا اور نہ ہی آنحضور سرور عالم خود بخود اس منصب پر فائز ہوئے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت عظمیٰ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى (١)

"اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے اپنے عظیم الشان رسول کو ہدایت و دین حق کے ساتھ روانہ کیا"

رسول کا معنی ہی ظاہر کرتا ہے کہ جو بھیجا گیا ہو۔ یہ منصب اس قدر بلند اور اعلیٰ ہے کہ اس سے برتر کوئی کمال عالم امکان میں نہیں ہے۔ ہم رسول اکرم کو محض سیاسی مفکر کا نام ہرگز نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اولاً ایک سیاست دان کی عقل و بصیرت بیسیوں معاملات میں ٹھوکر کھا سکتی ہے لیکن انبیائے کرام کے معصوم عن الخطا کو براہ راست ہدایت ربانی سے مستفید کیا جاتا ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى (٢)

(وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے، وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی سے کہتے ہیں جو ان پر کی جاتی ہے) کی قرآنی آیات اس پر شاہد عادل ہیں۔ ثانیاً سیاست دان کے پیش نظر ذاتی مفادات ہوتے ہیں۔ یا بعض قومی، مادی مفادات ہوتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے متعلق اس امر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا جس کے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیا جائے تو اپنے آقا و مولا کے مشن کی تکمیل کے لیے اس کے پائے ثبات کو لغزش نہ آئے۔ وہ سوائے رضوان من اللہ اور امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے کچھ اور سوچ بھی نہیں سکتا۔

جب کہ دنیاوی دستور العمل ہے کہ ایک سربراہ کے بعد دوسرا اور اس کے بعد تیسرا ایکے بعد دیگرے اپنے ملک کے لیے قوانین و پالیسیاں وضع کرتا ہے۔ یقیناً وہ پالیسیاں رعایا کے تمام مفادات کو پیش نظر رکھنے کے باوجود ناکام و ادھوری رہ جاتی ہیں۔ کیونکہ محض عقل انسانی مستقبل کے حالات سے غافل و بے خبر ہوتی ہے اس لیے وہ پالیسی دیرپا قائم و دائم مفید تام نہیں ہو سکتی۔ بخلاف مملکت الہیہ کے سربراہ آقائے دوجہاں فخر کون و مکان سید الانس والجان کریم و مہربان علیہ الصلوۃ والسلام نے بنی نوع انسان کو ایسی اٹل ہدایات عطا فرمائی ہیں جو تمام انسانوں کے لیے باکمال ولازوال ہیں۔ یہاں تک کہ تاقیام قیامت آنے والے انسانوں کو فرمایا گیا۔

وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۳)

اور تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔ یعنی تمہاری کامیابی صرف اس امر میں ہے کہ تم آپ کے نقش قدم پر چلو اور فرقان حمید نے مزید وضاحت سے فرمادیا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُكَ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ (۴)

یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول جب کسی امر میں فیصلہ فرمادیں تو کسی مسلمان مرد یا عورت کو کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ اللہ ایسی سربراہی جس کی پسند اللہ کی پسند، جس کی رضا اللہ کی رضا، جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت، جس پر ایمان اللہ پر ایمان، جس کی زبان ترجمان رحمن، جس کی محبت، محبت یزداں، جس کی شفاعت سرمایہ بندگان اس کی مثال کائنات میں نہیں مل سکتی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اس پہلی اسلامی ریاست کے پہلے حکمران تھے، اس لیے آپ نے جس سیاسی تدبر اور پیغمبرانہ بصیرت کے ساتھ مملکت اسلامیہ کا نظم ونسق چلایا اور آپ نے ایسے ایسے سیاسی کارنامے انجام دیئے، تاریخ عالم جن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ کو پہلی اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں نبھانا پڑیں تو گردو پیش کے حالات انتہائی خطرناک تھے۔ ایک طرف کفار مسلمانوں سے برسر پیکار تھے تو دوسری طرف منافقین نے زیر زمین سازشوں کا ایک جال بچھا رکھا تھا، لیکن عظیم سیاستدان رسول رحمت ﷺ نے پوری جرات واستقامت کے ساتھ اسلام کی اس پہلی سلطنت کو ایک مثالی ریاست بنانے کے لیے بھرپور سیاسی صلاحیتوں سے کام لیا۔ آپ نے اسلامی افواج کی کمان بھی خود سنبھالی، عدلیہ کے سربراہ بھی خود تھے، اقتصادیات کے شعبوں کی نگرانی بھی خود فرماتے۔ لوگوں کی معاشرتی فوزوفلاح کے امور کی نگہداشت بھی آپ ہی کو کرنا پڑتی۔ لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں در پیش ہونے والی مشکلات کا حل بھی آپ ہی فرماتے۔ غرضیکہ آپ کی ذات مقدسہ کی وجہ سے دائرہ سیاست میں نئے نئے اصول، ضابطے، احکام اور اساسی تعلیمات نے راہ پائی اور اس طرح قدیم فطری تصورات ایک جدید لیکن متوازن نظام سے آشنا ہوئے۔ تاریخ عالم اس بات پر شاہد ہے کہ حضور اکرم نے اقوام عالم کو جو سیاسی نظام عطا فرمایا وہ ان سیاستدانوں کے نظریات سے یکسر خلاف تھا جس کے پیش نظر مکمل طور پر اپنا ذاتی مفاد ہوتا ہے جو ملک و قوم کو اپنی ذاتی جاگیر اور رعایا کو اپنا زر خرید غلام سمجھ لیتے ہیں۔ حضور کریم نے پہلی اسلامی ریاست میں ایسا سیاسی نظام قائم فرمایا جس کا مقصد دنیا میں امن وامان قائم کرنا، مظلوموں کی حمایت اور ظالموں کی حوصلہ شکنی کرنا، کمزوروں کو جبر واستبداد کے چنگل سے نجات دلانا، عدل وانصاف کے چراغ روشن کرنا، اخلاقی قدروں کا تحفظ کرنا، رعایا کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنا اور لوگوں کو معاشی مشکلات سے نجات دلانا تھا۔ چونکہ ریاست کی ساری سیاست کی باگ ڈور حکمرانوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اس لیے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت مقدسہ کی روشنی میں جو نظام سیاست اسلام کا حصہ ہے وہ مسلمان حکمرانوں کو بہت سے اخلاقی ضابطوں کا پابند کرنے کے علاوہ ان پر خدا اور رسول کی اطاعت اور

تابعداری کو لازم گردانتا ہے کیونکہ اسلامی ریاست کا سربراہ جسے اسلام کی اصطلاح میں خلیفہ المسلمین یا امیر المومنین کہا جاتا ہے وہ حضور کریم کے نائب کے فرائض انجام دیتا ہے۔ امام ابو الحسن متوفی فرماتے ہیں۔

الامامة موضوعة لخلافة النبوة في حراسة الدين وسياسة الدنيا (٥)

امامت (اسلامی حکومت) بنائی جاتی ہے۔ نبی کی نیابت کے لیے دین اسلام کی حفاظت کرنے اور دنیا میں نظم و نسق چلانے اور اس کی اصلاح کرنے میں ہے۔ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں۔

رياسة عامة في الدين والدنيا خلافة عن النبي ﷺ (٦)

وہ عوامی ریاست جو دینی اور دنیوی امور میں نبی کی نیابت میں کام کرتی ہو۔

ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حاکم وقت دین و دنیا کے تمام تصور کی انجام دہی میں خدا اور رسول کی نیابت کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اس لیے ایسے حکمران کی اطاعت رعایا کے ہر فرد پر بھی لازم ہوتی ہے۔ دنیا کے بادشاہوں اور حاکموں کے حکم و احکام کی جو کیفیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے ان کے احکام کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ اگر ان کا کوئی تحکم اور فیصلہ کوئی نہ مانے یا تنقید کرے یا غلط سمجھے تو اس کا ایمان سلب ہو جائے۔ لیکن حضور اقدس کی حاکمیت اور آپ کی تشریعی حیثیت کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ اور ہر ماحول میں تمام دینی و دنیوی معاملات میں آپ کی حاکمیت مطلقہ کو جی جان سے قبول کرنے کو مومن ہونے کی لازمی شرط قرار دیا ہے اور آپ کے کسی حکم اور فیصلہ سے انکار کو گمراہی و بدنیتی قرار دیا ہے۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيما (٧)

اے رسول محترم ﷺ یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں پھر جو کچھ آپ فیصلہ فرمائیں اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے آپ کے فیصلے کو تسلیم کر لیں"

رسول اللہ ہونے کی بناء پر حضور اقدس کی حاکمیت و سربراہی کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کا اعزاز بخشا ہے آپ کو کل جہاں کے لیے مستقل طور پر مطاع و حاکم، امام و پیشوا بنایا ہے اور مستقل طور پر ہی آپ کی اطاعت کو لازم و واجب قرار دیا ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (٨)

"جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اس نے بڑی مراد کو پالیا"

آیت تمکین فی الارض:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَوةَ وَآتَوُا الزَّكَوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُور (٩)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس آیت میں حکمرانوں کے لیے ہدایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں اقتدار سلطنت اور مرتبہ حکومت اور منصب بخش دیں تو ان کی حکومت کا دستور العمل یہ ہونا چاہیے کہ نماز قائم کریں عبادات کا

اہتمام کریں اسلام کے پورے معاشی نظام کو قائم کریں اور ان کی حکومت کے تمام اقدامات نیکیوں کو فروغ دینے اور برائیوں کو دبانے اور مٹانے کے لیے ہوں۔(۱۰)

آیت حکم بالعدل:

انَّ اللہَ یَأْمُرُکُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ إِلَی أَھْلِھَا وَإِذَا حَکَمْتُم بَیْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْکُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہِ إِنَّ اللَّہَ کَانَ سَمِیعًا بَصِیرًا (۱۱)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے یقینا اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

ابن کثیر نے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان بن طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی بیت اللہ کی کلید برداری کا منصب ان کے خاندان کے پاس تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر چونکہ یہ مسلمان ہو چکے تھے اور اس کام کا اس کو سابقہ تجربہ بھی تھا، اس ذمیداری کے اہل یہی تھے۔

رسول اللہ ان سے کنجی لے کر اور بیت اللہ کا دروازہ کھول کر اندر تشریف لے گئے جب باہر آئے تو مذکورہ آیت آپ کی زبان پر تھی اور عثمان بن طلحہ کو بلا کر بیت اللہ کی کنجی ان کے حوالے کر دی۔

ظاہر ہے کہ بیت اللہ کی کلید برداری کوئی مالی امانت یا قرضہ نہیں تھا بلکہ ذمہ داری کا ایک منصب تھا شان نزول کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں (امانات) سے مراد ذمہ داری کے مناصب ہیں۔(۱۲) اس آیت میں بھی اسلامی ریاست کے زریں اصول بیان ہوئے ہیں۔ جو دستور اساس کی حیثیت رکھتے ہیں ان اصول کی تلخیص یہ ہے:

الف - ان اللہ یا مرکم:

بے شک اللہ تمہیں قیام عدل کا حکم دیتا ہے یعنی حکمران کے اپنے انجام کے حوالے سے انتہائی اہم ذمہ داری قیام عدل ہے۔

ب۔ ان تود والامانات الی اھلھا:

یعنی حکومت کے عہد امانتیں ہیں جو ان کے اہل اور مستحق لوگوں ہی کو دیئے جاسکتے ہیں یہ باشند گان ملک کے حقوق نہیں ہیں کہ تناسب آبادی کے اصول پر تقسیم کیے جائیں اور ہر صوبے یا علاقے کے لیے کوٹے مقرر کیے جائیں اور ایک صوبے کے کوٹے میں دوسرے صوبے کا آدمی نہ رکھا جائے بلکہ یہ تو فرائض ہیں جو انہی لوگوں کو دیے جانے چاہیں جو ان کی انجام دہی اور ادائیگی کی اہلیت اور قابلیت رکھتے ہیں بنی اسرائیل نے ذمہ داری کے مناصب یعنی مذہبی پیشوائی اور قومی قیادت کے مرتبے نااہل بددیانت اور بدکار لوگوں کو دینے شروع کر دیئے تھے(۱۳)

ج - واذا حکمتم بین الناس ان تحکمو بالعدل:

اسلامی ریاست کی تمام رعایا کو آئینی ور قانونی مساوات حاصل ہوتی ہے اس آیت میں صرف عدل بین المسلمین کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ عدل بین الناس کا حکم دیا گیا ہے۔ قانون کے نفاذ اور بے لاگ انصاف کے قیام میں نسل، رنگ، وطن، زبان اور مذہب و مسلک کا

فرق جائز نہیں ہے اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیت کی جان، مال اور آبرو اسی طرح محترم ہے جس طرح مسلمان اکثریت کی جان، مال آبرو محترم ہے۔ رعایا کی خیر خواہی حاکم کو اس بات کا پابند کرتی ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے اختیارات و آزادی کو بروئے کار لاتے ہوئے کسی بھی لاپرواہی کو نہ برتے اور اگر کسی بھی قسم کی لاپرواہی برتی تو رسول اللہ نے ایسے حاکم کے لیے سخت وعید سنائی ہے۔

> ما من عبد یستر عیه الله رعیه ،یموت یوم یموت وهوغاش لرعیته ،الا حرم الله علیه الجنه (۱۴)
>
> جس بندے کو اللہ تعالی رعیت کا نگہبان بنائے، اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعیت کے ساتھ خیانت کرتا ہو، تو اللہ تعالی اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے۔ اور اسی طرح جو حق پر قائم رہنے والے ہیں انہیں خوشخبری کی وعید سنائی گئی۔

عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اولم نے فرمایا: کہ انصاف کرنے والے اللہ کے پاس نور کے ممبروں پر خدائے مہربان کے دائیں ہاتھ پر بٹھائے جائیں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حکومت کے معاملات میں بھی انصاف کرتے ہوں اپنے گھر والوں کے درمیان بھی انصاف کرتے ہوں اور جو ذمہ داری بھی ان کے سپرد کی گئی ہو اس میں بھی انصاف کرتے ہوں۔ (۱۵)

مدینہ منورہ میں اسلامی نظام اور عادلانہ نظام آپ کی سیرت پاک کی روشنی میں جاری و ساری ہوا۔ مدنی زندگی عدل و انصاف کی زندگی تھی۔ آپ کی سیرت و اسوہ حسنہ کی تعلیمات کا نام نظام عدل ہے۔ قیام عدل کے بعد اسلامی سربراہ حکومت پر عائد ہونے والی سب سے اہم ذمہ داری جو کہ قیام عدل کے ذیل میں آتی ہے۔ اسلامی ریاست میں حقوق انسانی کا تحفظ ہے۔ رسول اگر تم نے حاکم کو رعایا کے حقوق کا ذمہ دار قرار دیا ہے فرمایا:

> **الا کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیته فالامام الذی علی الناس راع وهو مسؤل عن رعیته(۱۶)**
>
> خبردار تم میں ہر شخص رعیت والا ہے اور ہر رعیت والے سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ دفتری نظام کی بنیاد دور نبوی میں قائم ہو چکی تھی۔

دفتری نظام کو ترقی تو حضرت عمر کے دور خلافت میں دی گئی تھی لیکن اپنی سادہ شکل میں اس کی بنیاد خود رسول اللہ ﷺ نے رکھ دی تھی۔ بعض صحابہ قرآن کریم کی کتابت کا کام کرتے تھے جس میں حضرت زید بن ثابت زیادہ مشہور ہیں اور کاتب النبی کے نام سے یہی زیادہ مشہور ہیں۔ (۱۷)

زید بن ثابت سے قبل رسول اللہ کے لیے لکھنے کا کام حضرت ابی بن کعب کیا کرتے تھے اور مدینہ میں آپ کے لیے پہلے لکھنے والے یہی صحابی تھے۔ (۱۸)

ہجرت مدینہ کے فوری بعد آپ نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ مسجد کی تعمیر تھا جس میں اصحاب صفہ قیام پذیر ہوتے تھے اور یہ اسلام کی پہلی اقامتی یونیورسٹی تھی۔ پھر مسجد مدرسہ بن گئی " یمن کے لیے تعلیم کا ایک انسپکٹر جنرل بھیجا گیا جو ایک دوسرے ضلع تک

مصروف سفر رہتا اور اس دوران نہ صرف تدریسی فرائض سرانجام دیتا بلکہ تعلیمی ادارے بھی قائم کرتا"۔(۱۹)

اپنے فرائض انجام دینے کے لیے آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھانے کی کوشش کی۔ زید بن ثابت نے فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی سیکھ لی تھیں۔(۲۰)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ ۷ھ میں جن چھ افراد کو قاصد بنا کر بھیجا گیا تھا وہ سب کے سب اس قوم کی زبان میں بات کر سکتے تھے جس کے پاس ان کو بھیجا گیا تھا۔(۲۱)

دارالحکومت میں رسول اللہ متعدد سیکرٹریوں کی مدد سے خود نظام و نسق کی نگرانی کرتے تھے۔ مثلاً خط و کتابت اور قرآن کو جو وحی کی شکل میں نازل ہو رہا تھا۔ تحریری شکل میں محفوظ کرنے کے لیے سیکرٹری مقرر تھے۔ آپ اس ضمن میں اکابر صحابہ سے مشورہ کا اہتمام بھی فرماتے۔ صوبوں میں آپ نے گورنر مقرر فرمائے۔ جن کی سرگرمیوں اور کارکردگی کی آپ خود نگرانی کرتے۔ شہروں کی آبادکاری کے حوالے سے رسول اللہ کی ایک ہدایت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شہر کی گلیاں اتنی کھلی رکھو کہ دو اونٹ اپنے ساز و سامان سمیت آسانی سے ایک دوسرے کے پاس سے گزر جائیں۔ بازاروں کو بڑی اہمیت دی جاتی اور خود آپ انکا معائنہ کرتے اور دھوکہ دہی کی روک تھام کرتے۔ بازار کے معائنے کے لیے انسپکٹر بھی مقرر تھے ابن حجر نے رسول کے دور مسعود میں خاتون انسپکٹروں کی تعیناتی کا بھی ذکر کیا ہے مال ذخیرہ اور کاروبار میں غلط بیانی کی سخت ممانعت بھی اور سزا بھی دی جاتی ہے درآمدی سامان میں ڈیوٹی عائد کی جاتی تھی۔(۲۲)

عہد نبوی میں بازاروں کی نگرانی کرنے والا عملہ حکومت کی ذمہ داری میں شامل تھا۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ نے سعید بن العاص کو مکہ کے بازار پر مقرر فرمایا تھا۔ مدینہ منورہ کے بازاروں کی نگرانی کا کام ایک وقت میں حضرت عمرؓ کے سپرد تھا۔(۲۳)

حدیث مبارکہ ہے:

نہی النبي ما عن بیع المضطروبیع النمرة قبل ان تدرك ، (۲۴)

منع فرمایا آنحضرت ﷺ نے ضرورت مند شخص سے (اونے پونے) چند خریدنے اور دھوکے کی خرید و فروخت سے جس میں مقدار، خاصیت، مدت معلوم نہ ہو یا فرضی بولی ہو) اور پھلوں کو ان کے پکنے سے پہلے خرید و فروخت کرنے سے۔

تنخواہیں: آپ کے دور میں سرکار کی طرف سے عمال کو صرف اتنا معاوضہ ملتا جو ان کی ضرورت کو پورا کرتا آپ فرمایا کرتے تھے: "جو شخص عامل ہو اس کو ایک بی بی کا خرچ لینا چاہیے، اگر اس کے پاس نوکر نہ ہو تو وہ نوکر رکھ سکتا ہے۔ اگر مکان نہ ہو تو ایک گھر بنا سکتا ہے لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو وہ خائن ہو گا یا چور (۲۵)۔

آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے عتاب بن اسید کی تنخواہ جو کہ والی مکہ تھے۔ ایک درہم یومیہ مقرر کی تھی۔ اس سے قبل ان حاکموں کی باقاعدہ تنخواہ کا معمول نہ تھا۔ فتوحات اور مال غنیمت سے انہیں حصہ مل جاتا، یہی ان کی تنخواہ خیال کی جاتی تھی۔(۲۶)

عمال رشوتیں یا کسی قسم کے تحفے قبول نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی دوران ملازمت وہ کسی قسم کی تجارت کر سکتے تھے۔

محکمہ پولیس یا عہد نبوی میں سزائیں نافذ کرنے والا عملہ:

آنحضرت ﷺ کے عہد میں اس کا ابتدائی نمونہ قائم ہو چکا تھا۔ آپ کے عہد میں قیس بن سعد اس خدمت کو انجام دیتے تھے اور اس غرض سے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ مجرموں کی گردن مارنے کی خدمت حضرت زبیر، حضرت علی، وقداد بن الاسود، محمد بن مسلمہ، عاصم بن ثابت، ضحاک بن سفیان کلائی کے سپرد ہوئی۔ خلفائے راشدین کے عہد میں اس کو خوب ترقی ہوئی مجرموں کو سزائیں دینے کے لیے بوقت ضرورت کسی کو بھی بلایا جاسکتا تھا لیکن یہ چند افراد اس کام کے لیے مخصوص بھی تھے۔ گویا یہ ایک پولیس فورس تھی۔(۲۷)

شہری دفاع

قیس بن سعد رسول اللہ کے دربار میں پولیس افسر یا کوتوال کی حیثیت رکھتے تھے۔(۲۸)

ریاست کے اہم ترین فرائض میں قومی دفاع کا نظام بھی قائم تھا۔ ابتداء میں تو یہ کام رضاکاروں کی ہی ذمہ داری تھی اور چونکہ رسول اللہ نے اسے فرض قرار دیا تھا اور اس کے بدلے میں اللہ کی طرف سے بے بہا انعامات کی نوید دی تھی۔ اس لیے آپ کو رضاکارانہ لڑنے والوں کی کبھی کمی نہیں ہوئی لیکن بعد کے برسوں میں رسول اللہ نے ایک مستقل فوج کے قیام کی ضرورت محسوس کی۔ اس حوالے سے امام محمد الشیبانی اور امام سرخی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ کیا ہے کہ صحت مند اور فوجی خدمات کے قابل لوگوں کو سرکاری خزانہ سے وظیفہ ملتا تھا جس کے عوض وہ بوقت طلب فوجی ڈیوٹی کے لیے حاضر ہونے کے پابند تھے۔ انکار کی صورت میں وہ وظیفہ کے نااہل قرار پاتے تھے۔ رسول اللہ کو زمانہ امن کی فوجی تربیت، ہتھیاروں، گھوڑوں اور باربرداری کے اونٹوں اور دوسرے جنگی سازوسامان کی فراہمی سے بڑی دلچسپی تھی۔ (جو آپ کی دفاعی تیاریوں کا حصہ تھا) عورتیں بھی جنگی مہمات میں حصہ لیتیں عام طور پر ان کی خدمات کا دائرہ زخمیوں کی خبر گیری، سپاہیوں کے لیے کھانے کی تیاری اور دوسرے سول معاملات تک محدود تھا۔ تاہم ہنگامی صورتحال میں وہ باقاعدہ لڑائی میں بھی شرکت کرتیں۔(۲۹)

کاتبین صدقات:

مالی نظام میں ایک شعبہ صدقات کے کاتبین پر مشتمل تھا جس میں ابن حزم کی جوامع السیرہ کے مطابق حکومت کے دوسرے شعبوں کی مانند مختلف مالی محکموں کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جاتا تھا اور متعدد کاتبین یا سیکرٹریوں کا تقرر کیا جاتا تھا۔ اس کے مطابق حضرت زبیر بن عوام اسدی قریش اسلامی ریاست کے صدقات کے کاتب اعلیٰ تھے کہ وہی سارا حساب کتاب رکھتے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں حضرات جہیم بن صلت اور حذیفہ بن یمان از دی صدقات کی آمدنی ان کے رجسٹروں" میں لکھا کرتے تھے۔ (۳۰)

عہد نبوی کے امراء البلاد (علاقائی حکام):

كان النبي يبعث من الامراء والرسل واحد بعد واحد (۳۱)

نبی کریم مقرر فرمایا کرتے تھے امراء کو اور بھیجا کرتے تھے سفیروں کو ایک کے بعد دوسرے کو

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: "روایات کثیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علاقے کے لوگ اپنے معاملات کا فیصلہ اس امیر سے کرواتے

تھے جو ان پر مقرر رہو تا تھا۔ اس کی بات مانتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے"۔(۳۲)

قولالبنی ﷺیسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا۔(۳۳)

نبی ﷺ کا ارشاد ہے، لوگوں سے آسانی کرو، مشکل مت کرو، بشارت دو، نفرت پیدا نہ کرو

رسول اللہ امراء البلاد کو خصوصی ہدایات دیکر بھیجا کرتے تھے مثلاً ۱ھ میں حجتہ الوداع سے قبل بالائی یمن پر معاذ بن جبل اور زیریں یمن پر ابو موسیٰ اشعری کو جب امیر بنا کر بھیجا تو جاتے وقت ان دونوں کو درج ذیل ہدایات فرمائی۔ لوگوں پر آسانی کروگے، نرمی کا رویہ اختیار کروگے اور سختی نہیں کروگے اسلام پر عمل کرنے والوں کو بشارت دیتے رہو اور ایسا طرز عمل اختیار نہ کرو جس سے لوگ اسلام سے متنفر ہو جائیں"۔ معاذ بن جبل کو یہ ہدایت بھی کی تھی کہ:"یمن کے اہل کتاب کو توحید ورسالت پر ایمان لانے کی دعوت دیتے رہو، ایمان لانے والوں کو نماز پڑھنے کی تاکید کرو، اور ان کے اغنیاء سے زکوۃ لے کر انہی کے فقراء پر تقسیم کرو (۳۴)۔

اسی طرح مقدمات کا فیصلہ کرنے کا طریقہ بھی بتایا تھا کہ " قرآن کریم کے مطابق فیصلہ کروگے اور اگر اس میں صریح حکم موجود نہ ہو تو سنت رسول کے مطابق فیصلہ کروگے اور اگر ان دونوں میں صریح حکم نہ مل سکے تو پھر اجتہاد کروگے"۔(۳۵)

مناصب قضاء کے حوالے سے ہمیں مدینے میں دو نئے ادارے انسٹی ٹیوشن" قائم ہوئے اور ترقی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو بعد میں سارے ملک میں پھیل جاتے ہیں۔ ایک فقیہ کا انسٹیٹیوشن ہے اور دوسرا قاضی کا۔ مفتی کا مطلب یہ ہے کہ وہ فتویٰ دے یعنی ہم اس سے قانون معلوم کریں۔ قانون کے نفاذ کی ذمہ داری اس کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ دوسرا ادارہ قاضی کا ہے عہد نبوی میں ہمیں قاضی بہت سے ملیں گے لیکن شہر مدینہ میں مستقل قاضی کا پتہ کم از کم نہیں ملتا۔ البتہ کئی مثالیں ملتی ہیں کہ عارضی طور پر کسی ایک مقدمے کا فیصلہ کرنے کے لیے رسول اللہ کسی صحابی کو نامزد کرتے اور کہتے ہیں کہ فریقین کے بیانات کو سن کر یا بر سر موقع جاکر، حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرو، گویا وہ رسول اللہ ہی کا فیصلہ ہو تا تھا کہ آپ کے نمائندے اور مقرر کردہ نائب نے وہ فیصلہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عمرو بن العاص کا ایک واقعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ مہاجرین میں سے تھے اور قانونی نقطہ نظر سے بے پناہ مہارت رکھتے تھے۔ رسول اللہ نے ان سے کہا کہ فلاں مقدمے میں تم فیصلہ کرو۔ وہ پوچھتے ہیں لیکن کسی اساس پر"؟ رسول اللہ ان کے مفہوم کو سمجھ کر جواب دیتے ہیں کہ اگر تم صحیح نتیجے پر پہنچوگے تو تمہیں انصاف رسانی اور حق وعدل کی بناء پر دو ثواب ملیں گے اور ضرور ملے گا کہ تم نے انصاف کرنا چاہا تھا۔(۳۶)

ان حالات میں ہم دیکھتے ہیں کہ قاضیوں کی آراء میں اختلاف ہوتا ہے اس کا آغاز عہد نبوی ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور بعد کے زمانے میں بڑھتا جاتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو جب قاضی بنایا گیا تھا تو ان کا تقرر ہم تک پہنچا ہے اس میں رسول اللہ فرماتے ہیں کہ "میں تمہیں فلاں غرض کے لیے مامور کرتا ہوں، تم اس طرح سے اپنے فرائض انجام دیا کرنا(۳۷) قرون وسطی میں قضایا اسلامی کے قاضی القضاۃ یا چیف جسٹس بھی تھے۔(۳۸) قاضی کا عہدہ انتظامیہ کا ہی جزو سمجھا جاتا تھا اکثر و بیشتر حاکم علاقہ عدلیہ کا افسر اعلیٰ بھی ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے رسول اکرم ریاست عہد قضاء ایک نازک منصب ہے اور شان افضل کے اعتبار سے بہت بڑا ہے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نیابت رسول اللہ کی خلافت کا پہلو ہے منصب کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا:

قال؛مارایت احدا اعدل من رسول اللهﷺ(۳۹)

رسول اللہ سب سے زیادہ عادل تھے۔یعنی انصاف کے لحاظ سے سب صحابہ اور لوگوں میں سب سے افضل احتساب اور اس کا ذمہ دارانہ احساس معاشروں کے ذمہ داروں کا فرض ہے کہ وہ جن جن مناصب پر فائز ہیں۔لوگوں کے شخصی، اخلاقی، معاملات، لین دین، خرید و فروخت، کیف و کم سب پر نظر رکھیں اور کسی بھی پہلو سے بد اخلاقی، برائی بے ایمانی اور دجل و دغا کو داخل نہ ہونے دیں۔سرکاری محاسبوں کے علاوہ بھی معاشرے کے سربر آوردہ لوگوں کا فرض ہے کہ وہ برائیوں کے مٹانے میں قانونی مداخلت کا سہارا لیں اور کوشش کریں کہ عوام قانون کا احترام کریں۔حکمران صرف اپنے اعمال ہی کے ذمہ دار نہیں ہوتے بلکہ جو لوگ ان کے ماتحتی میں کام کرتے ہیں ان کے فرائض منصبی کی نگرانی بھی حکام بالا کے فرائض اور ذمہ داری میں شامل ہے۔حیات انسانی کا ایک شعبہ حکمرانی، قیادت وسیات ہے تو بالکل اسی طرح ایک شعبہ ماتحتی و ملازمت ہے گویا آپ کی ذات اہل ایمان کی دینی دنیوی رہنما تھی اور لوگوں پر آپ کی اطاعت لازم تھی اس لیے آپ نے ان لوگوں کے لیے جو کسی نہ کسی کے ماتحت تھے یا آپ کے زیر حکم تھے۔واضح ارشادات فرمائے اگر تم پر ناک کٹا حبشی بھی مقرر کر دیا جائے تو تم اس کی اطاعت کرو۔یعنی اطاعت امر اور تعمیل ارشاد ماتحت پر لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ امور سر انجام پاسکتے ہیں اور نہ ہی نظم و ضبط باہمی قائم ہو سکتا ہے ذمہ داری کے حوالے سے ہر فرد کے لیے آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

تاتق الله حيثما كنت،واتبع القو ل الحسن الى الناس ؛واتخذ للناس خلافه الى ان
تلقئ الله، وتحاسب نفسک قبل ان تحاسب – (۴۰)

مارو اپنے نفس کو اپنی موت سے پہلے اور اپنا احتساب کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ہر صاحب منصب کے لیے بے حد ضروری ہے کہ وہ ہر ذرائع جسے وہ اپنائے ہوئے یا اس کے اختیار میں ہے اسے اللہ کی رضا اور خوشنودی کو سامنے رکھتے ہوئے اتباع رسول کے مطابق لے کر چلے۔اپنے اندر سادگی، امانت و دیانت، فرض شناسی، احساس ذمہ داری اور اخلاق حسنہ جیسی صفات کو پیدا کرے۔ذرائع کا ایک اہم امر راز داری ہے: اگر کسی ماتحت کو کسی شے پر امین مقرر کیا گیا تو اس کے لیے لازمی ہے کہ کہ وہ کسی راز کو افشا نہ کرے اور نہ ہی خیانت کرے۔

دوسرا اہم امر تعاون ہے:

تعاون کا دائرہ حاکم و محکوم دونوں کے لیے ہیں۔البتہ محکوم پر اس بات کی زیادہ ذمہ داری ہے کہ جو طے پا گیا ہے اس کے مطابق نہ صرف عمل کرے بلکہ اس پر عمل درآمد میں کوتاہی کا مرتکب نہ ہو۔نبی اکرم نے تبلیغ دین اور اعانت حق کے لیے بیشتر مرتبہ تعاون طلب فرمایا اور صحابہ کرام نے تعاون ہی نہیں بلکہ اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔غزوہ میں العسرت میں حضرت صدیق اکبر نے اپنی جملہ متاع حاضر کر دی۔حضرت فاروق اعظم نے اپنی نصف دولت پیش کی اور حضرت عثمان غنی نے ایک تہائی لشکر کو آراستہ کیا۔(۴۱)

تیسرا اہم امر فرض شناسی ہے: یعنی فرض کو ہر دوسری چیز پر مقدم رکھا جائے بغیر کسی لالچ کے سر انجام دینا اور جہاں خلوص کی کمی آجاتی ہے وہاں لالچ اور حرص آجاتا ہے۔یہی وہ مرحلہ ہے جہاں سے رشوت ستانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ جائز کام بھی بدون رشوت نہیں ہوتا۔

لعن اللہ الراشی والراشئ الیٰ الرشوہ(۴۲)

اللہ نے لعنت فرمائی ہے اس پر جو رشوت دیتا ہے۔ اور اس پر جو رشوت لیتا ہے۔

ایک حدیث میں ملازموں کے لیے تحفوں کی بھی شدید مذمت کی گئی ہے۔ زکوۃ وصول کرنے والے کو بھی تحائف قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے، البتہ وہ صرف ان لوگوں (دوستوں اور رشتہ داروں) سے تحائف قبول کر سکتا ہے جو اس صورت میں بھی جب کہ وہ اس عہدے پر فائز نہ ہوتا تحفے پیش کرتے۔(۴۳)

آنحضرت نے صاحب اختیار لوگوں کو تابع داری کرنے کی تاکید فرمائی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس تابع داری سے اللہ تعالی کی اطاعت پر اثر نہ پڑے۔

لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق (۴۴)

اللہ تعالی کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

چوتھا اہم امر محبت و شفقت ہے: حضرت انس نے فرمایا کہ میں دس برس تک بارگاہ نبوی کی خدمت بجالا تارہا اگر اس عرصہ میں آپ نے مجھے کبھی نہ ہی ڈانٹا اور نہ ہی جھڑکا۔ حاکم پر لازم ہے کہ ماتحتوں کے ساتھ اس کا رویہ سخت نہ ہو اور نہ ہی وہ فرعون بن بیٹھے اور اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھانے لگے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ ماتحت عملے سے شفقت کا رویہ رکھے اور نرمی کرے اور پیار محبت سے کام اگر کہیں ڈانٹ بھی ہو تو اپنے اصلاح کرے کہ وہ دل برداشتہ نہ ہو۔ پانچواں اہم کردار رشتہ داری اور مناصب ہے: مناصب کے سلسلے میں اہم سوال مسلم علماء اور عوام کے ذہنوں کو مسموم کرتا رہا ہے وہ یہ ہے کہ رشتہ داری اور قرابت ایک امر مانع ہے اور اس کی موجودگی میں استحقاق کے باجود کسی کو عہدہ یا منصب نہیں دیا جانا چاہیے اور اس کو تقویٰ کا اعلیٰ نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ تاریخی تجزیہ ایسے تمام عمومی دعوؤں اور تاثرات کی تردید کرتا ہے عہد نبوی میں جو امراء مقرر کیے گئے ان میں ہم کو اچھی خاصی تعداد ان حضرات کی نظر آتی ہے جو کسی نہ کسی طور پر آنحضرت سے رشتہ داری رکھتے تھے۔ آپ کے پہلے دو امیر حضرات حمزہ ہاشمی اور عبیدہ مطلبی قریبی عزیز اور خون کے رشتے دار تھے اور اول الذکر آپ کے چاتھے۔ دوسرے قریبی اعزہ میں حضرت علی اور حضرت جعفر آپ کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔ حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسد مخزومی آپ کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی ان کے علاوہ چھ اور ایسے سالار تھے جن سے آپ کی ازدواجی رشتہ یا حلیفانہ قرابت تھی۔ ان میں حضرت ابو بکر تیمی عمر عدوی اور ابوسفیان اموی آپ کے خسر تھے تو حضر عبد اللہ بن حذامہ سہمی آپ کی زوجہ محترمہ حضرت حفصہ کے سابق شوہر کے بھائی تھے اور حضرت زید بن حارثہ کلبی تو آپ کے متبنیٰ مولیٰ اور بر اہل بیت تھے۔(۴۵)

اسوۂ نبوی کی ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ رشتہ داری اور قربت کا تعلق کسی طور سے حکومتی عہدوں اور ریاستی مناصب کے لیے مانع نہیں۔ بشرطیکہ وہ صلاحیت ولیاقت کی بنیاد پر کیے گئے ہوں اور محض اقربا پروری اور اعزہ نوازی کی خاطر نہ کیے گئے ہوں۔ عہد نبوی کے تمام ادوار پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ آپ بعثت سے قبل اور قبل کے بعد ساری زندگی امانت و دیانت کا ایک کامل مجموعہ تھی ہر منزل ہر مشکل میں اپنے منصب کو بڑی ذمہ داری سے نبھایا۔ آپ کی اس کیفیت، لگن اور اضطراب کی تصویر قرآن مجید نے یوں کھینچی ہے۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِين (۴۶)

اے نبی شاید تم اس غم میں اپنی جان کھودو گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے"۔ آپ کو داروغہ، وکیل، فیلڈ مارشل بنا کر نہیں بھیجا گیا

بلکہ ہر شخص کو یہاں اپنی بنیادی ذمہ داری پہچانا ہے۔ ایمان و اسلام اور اللہ ور سول کی محبت اگرچہ لازمی شرط ہے تاہم سبقت اسلام عہدہ و منصب پر تقرری کی نہ ضمانت دیتی تھی اور نہ استحقاق پیدا کرتی تھی۔ عہد نبوی کے دوسرے انتظامی شعبوں کی مانند اس نظام میں بھی تقرری کی بنیادی شرط صلاحیت ولیاقت اور پاکیزہ اخلاق تھے۔ قرآن نے حکایتاً یہ بات نقل کی ہے

قُلْ لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۴۷)

بیشک میں نے (راست بازی اور امانت داری کے ساتھ) ایک عمر تمہارے درمیان گزاری ہے
(جس کے تم خود معترف ہو) تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

آج جبکہ پاکستان کے مسلمان اور حکومت وقت اس خطہ پاک کو شریعت اسلامیہ کا گھوارہ بنانے اور نظام مصطفی کو عملی صورت میں نافذ و جاری کرنے کی پر خلوص کوشش کرے ایسے اہم موڑ پر ہمارا دینی و ندہی ولی فریضہ ہے کہ ہم ہر منصب پر حضور سید کائنات موجودات محبوب خدا حضرت محمد مصطفی میل ایام کے منصب جلیل کو پیش نظر رکھیں۔ آپ کے قول و عمل اور سیرت و کردار کو اپنار ہنما بنائیں اور اپنے تمام دینی و دنیوی، داخلی و خارجی، سیاسی و تمدنی، معاشرتی و سماجی مسائل اور الجھنوں کو حل کرنے میں قرآن اور صاحب اور قرآن کی حاکمیت و سربراہی کو دل وجان سے قبول کرلیں۔

Refrences:

1. Al-Qur’ān, 48:28
2. Al-Qur’ān, 53:4
3. Al-Qur’ān, 33:21
4. Al-Qur’ān, 33:36
5. Abū al-Ḥasan al-Māwardī, Al-A*ḥ*k*ā*m al-Sul*ṭā*niyyah (Cairo: Maṭbaʻ Miṣr, 1973), 5.
6. Muḥammad Amīn Ibn ʻĀbidīn al-Shāmī, Majm*ū*ʻat Ras*ā*’il Ibn ʻ*Ā*bid*ī*n, Bāb al-Imāmah, vol. 1, 11.
7. Al-Qur’ān, 4:65
8. Al-Qur’ān, 33:67
9. Al-Qur’ān, 22:61
10. Gohar Raḥmān, *Islāmī Siyāsat* (Rampur, UP: Maktabah Zikrī), 108
11. Al-Qur’ān, 4:85
12. Ismāʻīl ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qur’ān al-ʻAẓīm*, vol. 2, 321
13. Gohar Raḥmān, *Islāmī Siyāsat*, 116
14. Muḥammad ibn Ismāʻīl al-Bukhārī, Al-J*ā*miʻ al-*Ṣ*a*ḥīḥ*, Kitāb al-Aḥkām, Bāb man lam yarā al-ghish illā ḥarrama Allāhu ʻalayhi al-jannah, ḥadīth no. 7150.
15. Muslim ibn al-Ḥajjāj, Al-*Ṣ*a*ḥīḥ*, Kitāb al-Imārah, Bāb faḍīlat al-amīr al-ʻādil wa ʻuqūbat al-jā’ir, ḥadīth no. 1827.
16. Muslim ibn al-Ḥajjāj, Al-*Ṣ*a*ḥīḥ*, Kitāb al-Imārah, Bāb kullukum rāʻin wa

kullukum mas'ūl 'an ra'iyyatihi, ḥadīth no. 1829.

17. Aḥmad ibn 'Alī Ibn Ḥajar al-'Asqalānī, Al-Iṣābah fī Tamyīz al-Ṣaḥābah, vol. 1, 50.
18. Ibn Ḥajar al-'Asqalānī, Al-Iṣābah fī Tamyīz al-Ṣaḥābah, vol. 1, 51.
19. Dr. Muḥammad Ḥamīdullāh, Rasūl Allāh kī Ḥukmrānī wa Jānashīnī (Lahore: Beacon Books House), 92.
20. Gohar Raḥmān, Islāmī Siyāsat (Rampur, UP: Maktabah Zikrī), 205.
21. Muḥammad ibn Sa'd, Ṭabaqāt al-Kubrā, vol. 1, 258.
22. Dr. Muḥammad Ḥamīdullāh, Rasūl Allāh kī Ḥukmrānī wa Jānashīnī, 93.
23. Gohar Raḥmān, Islāmī Siyāsat, 307; Muḥammad ibn Sa'd, Ṭabaqāt al-Kubrā, vol. 2, 145.
24. Abū Dāwūd Sulaymān ibn al-Ash'ath, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Buyū', Bāb fī Bay' al-Muḍṭarr, ḥadīth no. 3383.
25. Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Imārah, Bāb fī Arzāq al-'Ummāl, vol. 3, 254.
26. Ḥasan Ibrāhīm Ḥasan, Musalmānon kā Naẓm-e-Mumlikat (Delhi: Qudwat al-Muṣannifīn, 1947), 192.
27. Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Ḥudūd, Bāb fī Iqāmat al-Ḥudūd, ḥadīth no. 4491.
28. Ibn al-Qayyim al-Jawziyyah, Zād al-Ma'ād, vol. 8, 48.
29. Dr. Muḥammad Ḥamīdullāh, Rasūl Allāh kī Ḥukmrānī wa Jānashīnī, 91.
30. Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī, 'Ahd-e-Nabawī kā Niẓām-e-Ḥukūmat (Lahore: Maktabah Khalīl), 83.
31. Muḥammad ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb Akhbār al-Āḥād, ḥadīth no. 6836.
32. Ibn Ḥajar al-'Asqalānī, Fatḥ al-Bārī, vol. 12, 361.
33. Al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Adab, ḥadīth no. 6124.
34. Al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Zakāh, Bāb Wujūb al-Zakāh, ḥadīth no. 1456.

35. Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Aqḍiyah, Bāb Ijtihād al-Ra'y fī al-Qaḍā', ḥadīth no. 3592.

36. ʻAlī ibn ʻUmar al-Dāraquṭnī, Sunan al-Dāraquṭnī (Beirut: Dār al-Maʻrifah, 2001), vol. 3, 442.

37. Al-Bukhārī, Al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Tafsīr, ḥadīth no. 6596.

38. Muḥammad ibn Saʻd, Ṭabaqāt al-Kubrā, vol. 2, 50.

39. Al-Bukhārī, Al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Faḍā'il, ḥadīth no. 1829.

40. Al-Bukhārī, Al-Jāmiʻ al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Riqāq, ḥadīth no. 6494.

41. Qāḍī Muḥammad Sulaymān Manṣūrpūrī, Raḥmat al-ʻĀlamīn, vol. 1, 623.

42. Muslim ibn al-Ḥajjāj, Al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Imārah, Bāb Taḥrīm al-Rishwah, ḥadīth no. 1677.

43. Qāḍī Muḥammad Sulaymān Manṣūrpūrī, Raḥmat al-ʻĀlamīn, 623.

44. Muslim ibn al-Ḥajjāj, Al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-Īmān, Bāb al-Taḥdhīr min Ṭāʻat al-Makhlūq fī Maʻṣiyat Allāh, ḥadīth no. 1835.

45. Muḥammad ibn Saʻd, Ṭabaqāt al-Kubrā, cited in Yāsīn Maẓhar Ṣiddīqī, ʻAhd-e-Nabawī kā Niẓām-e-Ḥukūmat (Lahore: Maktabah Khalīl), 51.

46. Al-Qur'ān, 26:3.

47. Al-Qur'ān, 10:16.